چوبیسواں سفر ۔ فرینکفرٹ، جرمنی

اس زمانے میں مغربی اور مشرقی جرمنی الگ الگ ملک تھے۔ ہم ۲۳/ مارچ کو جرمنی پہنچے۔ شہر فرینکفرٹ صرف ایک تجارتی شہر ہے۔ ہوائی اڈّے سے نکلے اور ارادہ کیا کہ یہیں کچھ کھانا کھایا جائے۔ ہوائی جہاز پر بھی تکلفاً کافی اور چائے دی گئی تھی کیونکہ اتنی چھوٹے فاصلہ پر وہ بھی دینا مناسب نہیں تھا۔ ہم ایک ریستوراں میں گئے۔ ہر چیز جرمن زبان میں تھی، لیکن شمس نے انجنیئر نگ یونیورسٹی میں جرمن زبان سیکھی تھی جو یہاں کام آئی۔ ویٹر کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ بغیر سور کے کیا چیز مل سکتی ہے تو اس نے چاول اور مچھلی بتائی۔ ہمارا کھانا آیا جو ٹھیک ہی تھا، لیکن ایک پلیٹ میں سے چمچہ کانٹا غائب۔ ہم نے اس ویٹر کے بارے میں اردو ہی میں کچھ تعریف کی تو ہمارے برابر بیٹھا ہوا ایک جرمن شخص اٹھا، اور کاؤنٹر پر جا کر اس بیرا کو کچھ سنانے لگا۔ پھر خود ہی ایک نیپکن میں چھری، کانٹا، اور چمچہ لا کے ہمیں دے گیا۔ ہم نے کھانا کھایا اور باہر آئے۔ یہاں سے ہم نے ٹرین لی اور فرینکفرٹ شہر کے درمیان اترے۔ فرینکفرٹ کا شہر ایک دریا کے کناروں پر واقع ہے۔ دریا کا نام مائن ہے، اس لئے اس شہر کو فرینکفرٹ آم مائن، یا ''مائن کنارے فرینکفرٹ'' بھی کہتے ہیں۔

ہم نے ہوائی اڈّے سے فون پر ایک ہوٹل میں کمرہ مخصوص کروایا۔ یہ بھی نیا سا انتظام تھا۔ سفید رنگ کا ایک فون تھا اور ساتھ ایک بورڈ پر مختلف ہوٹلوں کے کرائے اور تصویریں لگی تھیں۔ جو ہوٹل پسند آئے، اس کا سیریل نمبر ڈائل کریں اور بات کر لیں۔ غرض ہوٹل کی اپنی شٹل بس سے ہوٹل پہنچے۔ یہاں سے اپنے ایک جاننے والے صاحب کو فون کیا۔ یہ پی آئی اے کے اسٹیشن منیجر تھے۔ وہ نہیں ملے، لہذا پیغام چھوڑ کر ہم

فرینکفرٹ دیکھنے نکلے۔ یہ ہوٹل ایک ایسے علاقے میں تھا جہاں آس پاس کئی ایسے ریستوراں تھے جہاں مرد اور عورتیں رات کو ناچنے جاتے تھے۔ یہ ریستوراں ڈسکو کہلاتے تھے۔ یہ دن جمعہ کا تھا اور جمعہ کی رات سے اُن کا ''ویک اینڈ'' شروع ہوتا تھا۔ ہم نے سوچا کہ ہم دن میں ہی فرینکفرٹ کی چند ایک مشہور جگہیں دیکھ لیں۔

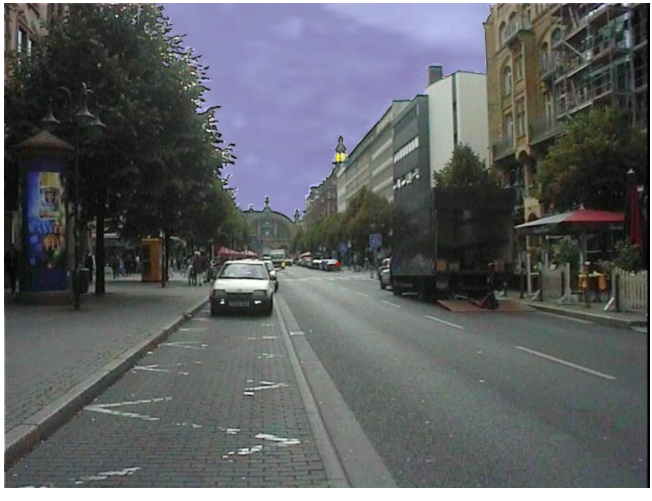

فرینکفرٹ: بڑا ٹرین اسٹیشن، ہمارا ہوٹل الٹے ہاتھ پر تھا۔

سامان ہوٹل میں ڈال کر باہر نکلے۔ اندھیرا ہو چلا تھا۔ ہم نے جلدی جلدی یہاں کا شہر دیکھا۔ اکا دکا اونچی عمارتیں تھیں۔ ایک جگہ دو عمارتیں ایک ہی جیسی بن چکی تھیں۔ یہاں ساری عمارتیں چمکدار تھیں ایسا لگتا تھا جیسے قلعی کی گئی ہو المونیم کے برتن پر۔ دریا کے کنارے گئے۔ یہاں لمبی لمبی کشتیاں سامان لے کر جا رہی تھیں۔ بس یہی دیکھ کے ہم ہوٹل واپس آ گئے۔ اب ہم نے جلدی جلدی نماز پڑھی۔ ہوٹل کے باہر جمعہ کی رات کا ہنگامہ شروع ہو گیا تھا۔ رات نو بجے نقوی صاحب کا فون آ گیا کہ وہ پہنچ رہے ہیں، اور پندرہ منٹ میں وہ آ بھی گئے۔ ان سے باتوں میں گیارہ بج گئے۔ ان کے جاتے ہی شمس تو غافل ہو کے سو گئے۔ ہم ہر تھوڑی دیر کے بعد پردہ ہٹا کر دیکھیں تو نیچے مرد اور عورتیں ہاتھ میں بوتلیں لئے گھوم رہے تھے اور اس سردی میں بھی عورتیں آدھے لباس میں تھیں۔ سب سڑکوں پر ہی اٹھکھیلیاں کر رہے تھے۔ ہماری نیند اسی میں ختم ہو گئی۔

صبح اٹھے، ناشتہ کیا اور باہر نکل آئے۔ ہمارے لئے یہ صبح اٹھنا اور ناشتہ کرتے ہی نکل آنا بالکل معمول بن چکا تھا۔ اب دن میں ہم نے پھر کچھ اور مقامات دیکھے۔ سب سے پہلے ہم نے دریائے مائن کے

کنارے یہاں کا بڑا گرجا دیکھا۔ یہ رات میں بھی دیکھا تھا، لیکن اس وقت دن میں یہ زیادہ اچھا لگا۔ دریا میں قرینے سے کشتیاں چل رہی تھیں۔ اکثر مسافروں والی تھیں۔ کبھی کبھی ایک بڑی کشتی چلی آتی جیسے کوئی سامان کا ٹرک ہو۔ کچھ دور پیدل چلے، دریا کے کنارے رکے، وہاں کچھ تصویریں بنوائیں۔

فرینکفرٹ: مائن دریا کے کنارے نیزا ویگ (Nizza Weg)۔ پیچھے اس وقت کی بلند ترین عمارت BfG بینک۔

دریا کے کنارے چلتے ہوئے آگے بڑھے تو یہاں ایک جگہ ایک فلی مارکیٹ لگی تھی۔ اس مارکیٹ میں لوگ اپنے گھروں کا پرانا سامان، تصویریں، گٹار، لیمپ، لالٹین، مگ، لوٹے، کٹورے اور کپڑے وغیرہ سب کچھ ہی بیچ رہے تھے۔ ان میں کچھ تصویریں تو بہت اچھی تھیں، مضبوط فریم کے ساتھ۔ یہ لوگ اپنا سامان اپنی کاروں میں لائے تھے اور سجا رہے تھے۔ یہ چیزیں دیکھنے میں کچھ وقت لگا۔ کچھ غنیمت چیزیں تھیں لیکن اکثر گھر کا کوڑا کباڑ تھا۔ ہم حیران تھے کہ یہ کوئی کیوں خریدے گا۔ تقریباً ۱۱ بجے ہم دریا کے دوسرے پار چلے۔

ہم نے یہاں کا ''تاریخی باغ'' اور پرانا اوپیرا ہاؤس دیکھا۔ جرمنی میں بھی یہی دیکھا کہ یہ لوگ اپنی تاریخ پر بہت ناز کرتے ہیں اور نہایت معمولی تاریخی اشیاء اور عمارات کو سنبھال کر رکھتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا کہ یہاں گرجے جگہ جگہ ہیں، اور اکثر گرجے بہت قدیم ہیں۔ ان گرجاؤں کی عمارات عموماً تین سو سے پانچ سو سال پرانی ہیں، جب کہ کچھ اس سے بھی زیادہ قدیم ہیں۔ تمام عمارات پتھر کی ہیں اور ان کی چھتیں اونچی ہیں اور ان میں لکڑی کی بلیاں لگی ہوتی ہیں۔ یہ لوگ چاہے جمعہ اور ہفتے کی شام کو کیسے ہی وقت گزاریں، اتوار کو بمعہ خاندان گرجا جاتے نظر آتے تھے۔ اسی طرح ریستوراں اور بازاروں میں بھی ہم نے ماں، باپ اور بچوں کو ساتھ ساتھ، ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چلتے ہوئے دیکھا۔ یہی دیکھتے ہوئے آگے چل کر رومر اور پالم گارڈن

دیکھے۔ رومر (''رومی'') شہر کا قدیمی حصّہ ہے، اور آج کے شہر کے بیچ میں ہے۔ یہاں کبھی بادشاہوں کی تاج پوشیاں اور ایسی ہی اہم تقریبات منعقد ہوتی تھیں، لیکن اب یہاں ''بیئر فیسٹیول'' جیسی تقریبات ہوتی ہیں۔

فرینکفرٹ: رومر نامی قدیم حصّہ

اسی چلت پھرت میں ہماری جدّہ کی پرواز کا وقت ہو گیا۔ ہوٹل واپس آئے، سامان لیا اور فرینکفرٹ کے ٹرین اسٹیشن آ گئے۔ یہاں ٹرین کے ٹکٹ لینے میں ذرا دِقّت ہوئی۔ پورا نظام خودکار تھا۔ مشینوں میں پیسے ڈالو تو ٹکٹ نکل آتا تھا۔ لیکن ہر ہدایت جرمن زبان میں لکھی تھی اور اس کو پڑھنے میں کچھ دقّت ہوئی۔ شمس نے جرمن مارک کے نوٹوں کو تڑوا کر سکّے لئے اور پھر ان مشینوں سے ہوائی اڈّے کے ٹکٹ لئے۔ ہوائی اڈّے پہنچے تو ابھی فلائٹ میں بمشکل ایک گھنٹہ رہ گیا تھا۔ جلدی جلدی سامان کی جانچ پڑتال کروائی۔ اس زمانے میں جہازوں میں بم وغیرہ کا اتنا خطرہ تو نہیں تھا، بس کسٹمز کے لوگ اچھی طرح سامان دیکھتے تھے کہ کوئی مسافر سگریٹ یا دوسری چیزیں بغیر ٹیکس دیئے نہ لے جا رہا ہو۔

شام کے ۴ بجے جہاز نے فرینکفرٹ چھوڑا۔ یہ لفت ہنسا کا بہت نفیس اور صاف ستھرا ایئر بس طیارہ تھا۔ عملہ بھی نہایت باسلیقہ تھا۔ ہمیں مسلمانوں کا کھانا دیا گیا۔ جدّہ میں جب جہاز زمین پر لگا تو کوئی جھٹکا نہیں لگا۔ جدّہ ہم رات کے دس بجے پہنچے۔ اس مرتبہ ہمارا یہاں صرف دو دن رکنے کا ارادہ تھا۔ ہم نے فرینکفرٹ کے نقوی صاحب سے جدّہ میں مسعود صاحب کو اپنے آنے کی اطلاع کروادی تھی۔ یہاں ہوائی اڈّے سے ٹیکسی لی اور مسعود صاحب کے گھر پہنچے۔ سونے میں دیر نہیں لگی۔